ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر اقبال احمد شاہ
گورنمنٹ گریجوایٹ کالج کوٹ سلطان۔
بشریٰ بلال
اردو ریسرچ سکالر۔

آگے سمندر ہے: کراچی کی تمدنی زندگی کا استعارہ

Dr. Iqbal Ahmed Shah
Goverement Graduate College, Kot Sultan.
Bushra Bilal*
Urdu Research Scholar.
***Corresponding Author:** Iqbalshah649@gmail.com

Aagay Samandar Hai: Metaphor of the Urban Life of Karachi

Intizar Hussain is very prominent among the contemporary fiction writers due to his unique writing style. He draws the creative content from his civilization and culture. This trend is particularly present in his Novels. Most of his Novels represent the civilization of Lahore but his Novel "Aagay Samandar Hai"can be termed as the metaphor of the cultural life of Karachi. In this Novel he has elegantly elaborated the problems of Karachi, such as identity crises, nostalgia, street crimes and terrorism. This Novel of his can be called a master piece of his creative intellect.

Key Words: *Aagay Samandar, Urban Life, Karachi, Intizar Hussain, Fiction, Civilazation.*

انتظار حسین کا شمار عصر حاضر کے ان بڑے فکشن نگاروں میں ہوتا ہے جو اپنے منفرد اسلوب بیان اور فن فکشن نگاری پر دسترس کے باعث موجودہ فکشن نگاروں میں بلند مقام و مرتبہ کے حامل ہیں۔ خاص طور پر ناول نگاری میں فنی محاسن کے برتاؤ میں انہیں خاص ملکہ حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی اعجاز حاصل ہے کہ وہ اپنی کہانیوں کے لیے تخلیقی مواد اپنی تہذیب اور تمدن سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ امر ان کے کہانی پن کے لیے کسی الجھاؤ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

کا سبب نہیں بنتا بلکہ قاری کی ان کے ساتھ جڑت کو مزید پائیدار کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے ناولوں کی کہانیاں اپنے اندر ایک تہذیبی کرب، اداسی، تنہائی اور ماضی پرستی ایسی شدید کیفیات کو سموئے ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔

عام طور پر انتظار حسین کی کہانیاں لاہور کی تہذیبی زندگی وفضااور سماجی زندگی کی عکاسی کرتی دکھائی دیتی ہیں لیکن آگے سمندر ہے ایک ایسا ناول ہے جو کراچی کے تمدنی مسائل کا بیان اور عکس لیے ہوئے ہے۔۲۰۰۲ء میں شائع ہونے والے اس ناول کا موضوع کراچی کے مہاجرین کی ماضی پرستی، نئے ماحول میں عدم مطابقت اور شناخت کے بحران ایسے مسائل کی نشاندہی کرتا دکھائی دیتا ہے جو کہ مدنی مرکز کراچی کے اصل مسائل کہے جاسکتے ہیں۔

ایک ساحلی شہر ہونے کے ناطے زمانہ قدیم سے ہی کراچی کو وادی سندھ کی تہذیب کے گیٹ وے کی حیثیت حاصل رہی ہے۔وادی سندھ، جسے وادی مہران بھی کہا جاتا ہے، دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے۔اس تہذیبی خطے میں موہن جوڈارو، ہڑپہ اور کوٹ ڈیجی ایسے آثار قدیمہ بھی آتے ہیں۔اس حوالے سے یہ شہر بیرونی حملہ آوروں کا ابتدائی پڑاؤ رہا ہے۔حملہ آور چاہے آریاء ہوں یا محمد بن قاسم، غزنوی ہو یا غوری، اسی ساحلی شہر سے ہی اس خطے میں داخل ہوتے رہے ہیں۔یوں ابتداء ہی سے اس شہر کی حیثیت ایک راہداری مسکن کی سی رہی ہے۔(۱)

کراچی کی تمدنی تشکیل میں کئی نمایاں عناصر کارفرما رہے ہیں اور آریاء سے لیکر ہجرت و تقسیم ہند تک کے تہذیبی رویوں کی عکاسی اس شہر میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ آریاء کا یہ اثر گرچہ وادی سندھ کی تہذیب پر پڑا مگر اس کی گہرائی اور شدت ویسی نہیں تھی جیسی آنے والے وقتوں میں محمد بن قاسم اور مسلمانوں کی پڑی۔سندھ کے لوگوں کے محمد بن قاسم کی آمد سے قبل ہی عرب اور یونان سے تجارتی مراسم قائم ہو چکے تھے۔ایسے میں محمد بن قاسم کی سندھ آمد خالصتاً سیاسی اور عسکری نوعیت کی تھی۔ مگر یہ آمد سندھ کی تہذیبی و مدنی تشکیل میں بھی ایک انقلابی تغیر ثابت ہوئی۔ محمد بن قاسم سندھ کے راستے برصغیر میں وارد ہوا۔ دیبل (کراچی) میں راجہ داہر کو شکست دیتا ہوا ملتان تک اپنی فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتا چلا گیا۔ اس فتح و کامرانی کے اثرات سیاسی سطح سے کہیں زیادہ مدنی ، تہذیبی اور مذہبی سطح پر ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ ہندوستانی معاشرہ جو کہ ذات پات، اونچ نیچ، اعلیٰ وادنیٰ کے بے رحم چنگل میں بری طرح پھنسا ہوا تھا، اسلام کی روشنی، رواداری، مساوات، اخوت، برابری اور اس کی اصل روح سے از حد متاثر ہوا۔یہی وجہ ہے کہ مقامی لوگوں کی ایک کثیر تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔ محمد بن قاسم سرزمین عرب سے اسلام کے نور اور مساوات کے درس کے ساتھ ساتھ ایک مخصوص تہذیب اور تمدنی روایات بھی لے کر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہندوستان داخل ہوئے تھے۔ان تہذیبی و تمدنی روایات کا اثر کراچی سے ملتان تک کے علاقے کی مقامی آبادی پر پڑا اور مقامی اور عربی تہذیب اور تمدنی روایت میں انجذاب و قبول کا عمل شروع ہوا اور معاشرے میں اس آمیزش کے اثرات بخوبی دکھائی دیے جانے لگے۔

> "اب دیبل سے ملتان تک کھجور کی جو نئی پود نظر آئی اس کے درختوں کا قد و قامت پہلے سے زیادہ مختلف نہ ہوتا مگر اس میں جو خوشے لگتے ان کا رنگ، روپ اور ذائقہ کچھ بدلا ہوا ضرور ہوتا۔"(۲)

محمد بن قاسم کی سندھ آمد کے اثرات متنوع تھے۔مقامی آبادی نے ایک طرف اپنے مذہب اور عقائد کو تبدیل کیا جس سے عربی زبان کی آگاہی اور وقعت بڑھی اور مقامی آبادی نے عربی زبان سیکھنے کی سعی کی تو دوسری طرف عربی سے یہ رغبت اردو زبان کی بنیاد پڑنے کے ساتھ ساتھ سندھی اور اردو زبان کے رسم الخط کی تشکیل میں بھی معاون ثابت ہوئی۔پھر یہ اثرات محض مقامی آبادی پر ہی نہیں پڑے بلکہ اسلام نے بھی مقامی تہذیب کو جذب و قبول کیا۔شیخ محمد اکرام اس باہمی جذب و قبول کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ان تعلقات کے علاوہ بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ اسلام میں تصوف کا آغاز بھی ہندوستانی اثرات کی وجہ سے ہوا۔"(۳)

سلطان محمود غزنوی اور خلجی خاندان کے اقتدار سے ہوتا ہوا سندھ مغلوں کے زیر اثر آیا. مغلوں نے اپنے اقتدار کے استحکام، سیاسی مقاصد اور انتظامی چالوں پر عمل پیرا ہونے کے لیے یہاں شہزادوں، مقامی سرداوں اور بساط اقتدار کے مہروں کو جاگیریں عطا کیں۔ان کا یہ عمل زمیندارانہ نظام کے فروغ کا سبب بنا۔سید مظہر جمیل اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "مغلیہ خاندان کے مقرر کردہ گورنر اور نائبین کو یہاں بہت اثر و رسوخ حاصل رہا ہے۔جس کی وجہ سندھ کی دارالخلافہ سے دوری تھی۔چنانچہ مغلوں کو بھی بہت حد تک مقامی امراء قبائلی سرداروں اور دوسرے بااثر لوگوں پر انحصار کرنا پڑا اور انہوں نے بااثر سرداروں کو جاگیریں عطا کر کے اپنے پایہ اقتدار کو مضبوط بنائے رکھا۔"(۴)

سندھ انگریزی عمل داری میں ۱۸۴۳ء میں آیا۔سردار ہوش محمد خان عرف جنرل ہوشو نے گرچہ "مرسوں، مرسوں، سندھ نہ ڈیسوں" کا نعرہ لگایا لیکن ان کی شہادت بھی سندھ پر انگریزی تسلط کو نہ روک پائی۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

یوں سندھ پر انگریزوں کی حکمرانی ہوئی اور سندھ خاص طور پر کراچی کو بمبئی ریزیڈنسی کے دوسرے درجے کے افسروں کے ماتحت کر دیا گیا(۵)۔ انتظامی سطح پر انگریزوں نے گرچہ ترقیاتی کام بھی کرائے اور ریلوے اور زراعت کے شعبوں کو ترقی ہوئی تاہم انگریزوں نے بھی مغلوں کے زمیندارانہ نظام کو نہ صرف تحفظ دیا بلکہ جاگیرداروں، زمینداروں اور گدی نشینوں کی وفاداریاں خریدنے کی غرض سے انہیں مزید جاگیریں بھی عطا کیں۔

قیام پاکستان سے پہلے کراچی کو سندھ کی سیاسی تہذیبی، تمدنی اور معاشی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل تھی اور سندھ بھر کی تقریباً ساری صنعتیں اس شہر میں قائم ہو چکی تھیں۔ لہذا یہ شہر تقسیم ہند سے پہلے ہی تجارتی، سیاسی، تمدنی اور سماجی سرگرمیوں کا مرکز بن چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے ساتھ ہی دارالسلطنت کے حوالے سے اس شہر کو ہی چنا گیا۔ اور یہیں سے اس شہر کی تہذیبی، تمدنی، سیاسی، سماجی اور معاشی زندگی کا وہ دور شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔

تقسیم ہند اور ہجرت کے دور پر آشوب میں اس مملکت خداداد کی راجدھانی کراچی مہاجرین کی ایک کثیر تعداد کی آبادکاری بنا۔ مختلف علاقوں اور خطوں سے آنے والے یہ کثیر تعداد مہاجرین اپنے ساتھ مستقبل کے حسین خوابوں کے ساتھ ساتھ وہ تہذیب بھی لائے جس میں نہ صرف وہ پلے بڑھے تھے بلکہ اب وہ تہذیب چھوٹ بھی چکی تھی۔ گویا انسانوں کا ایک وسیع سمندر تھا جو ٹھاٹھیں مارتا ہوا کراچی سے ٹکرایا اور ایک ایسے طوفان بلاخیز کی شکل اختیار کر گیا جسے آج تک سنبھالا نہیں جا سکا۔

> "شہر کے اندر اور باہر تمام پختہ و نیم پختہ عمارتیں چھپر، سائباں، احاطے، کھلے میدان مہاجر کیمپوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ راتوں رات بانس اور چٹائیوں کی جھونپڑی کی جھگیوں کے جنگل کے جنگل اگ آئے تھے جن میں لٹے پٹے بے آسرا لوگ زندگی گزار رہے تھے جنہیں بنیادی شہری سہولتیں تک میسر نہ تھیں۔"(۶)

اس ساری صورت حال سے بنیادی انسانی المیے نے جنم لیا جس میں مہاجرت کی آبادکاری، الاٹ منٹ، ماضی سے لگاؤ، مستقبل سے ناامیدی اور عدم تحفظ کے مسائل شامل تھے۔ جن کا براہ راست اثر کراچی کی تہذیبی، مدنی اور سماجی زندگی پر پڑا۔ صاف ظاہر ہے کہ اتنی کثیر تعداد کی آبادی کو اتنی جلدی بنیادی شہری سہولتیں مہیا کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔ آبادی اور افراتفری کے اس اژدھام نے کراچی کی مدنی زندگی کو جکڑ کر رکھ دیا۔ کثیر آبادی کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

قیام کے لیے بڑی بڑی مگر تنگ و تاریک عمارتیں کھڑی کی گئیں، کمرشل ایریا بنے، نئی نئی بستیاں وجود میں آئیں اور گھروں اور انسانوں کا ایک جنگل کھڑا ہو گیا۔

کراچی کو قیام پاکستان سے لے کر آج تک شدید مسائل اور مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ ایک صنعتی، تجارتی شہر کے ساتھ ساتھ مملکت خداداد پاکستان کا دارالخلافہ ہونے کے ناطے قیام پاکستان کی بعد کی ہجرت میں مہاجرین کی کثیر تعداد آبادکاری کی غرض سے اس شہر میں آن بسی۔ اس جم غفیر کو، جو اپنے ساتھ آدرشوں اور خوابوں کے علاوہ گوناگوں مسائل بھی لایا تھا، ابتداء ہی سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آبادکاری میں درپیش مسائل و مشکلات نے جہاں مہاجرین میں ماضی پرستی کو اجاگر کیا، وہیں پر ان مسائل کی وجہ سے اس شہر میں جرائم میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا۔ ان جرائم میں سٹریٹ کرائمز، دہشت گردی، لوٹ مار، لسانی الجھنیں سر فہرست ہیں۔ ان مسائل سے ایک ایسے خوف کی فضا کی تشکیل ہوئی جس نے ایک طرف تو نفسیاتی الجھنوں کو جنم دیا تو دوسری طرف شناخت کے بحران کی پیدائش کا سبب بھی بنیں۔

انتظار حسین نے "آگے سمندر ہے" میں کراچی کے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ دہشت گردی اور جرائم کے باعث جو تہذیبی اتھل پتھل ہوئی، وہ اس ناول کا موضوع بن کر ہمارے سامنے آئی ہے۔ ان کی تحریروں میں ماضی کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ ایسا ماضی جس میں پرانی اقدار کے کھو جانے کا دکھ ہے۔ اس ناول کا عنوان بھی اپنی جگہ پر ایک تاریخی اور سیاسی پس منظر رکھتا ہے۔ پاکستان کے ایک مرحوم صدر نے ہجرت کر کے کراچی آنے والے مہاجرین کے لیے کہا تھا کہ آگے سمندر ہے۔ یہ جملہ اپنی معنوی پرتوں کے ساتھ کئی سیاسی کتابوں اور گفتگو کا حصہ بن گیا۔ انتظار حسین نے اس جملے کو ادبی لحاظ سے اپنی تخلیق کا عنوان بنایا ہے۔ ہجرت کے بعد کراچی جو بھانت بھانت کے اور مختلف بولیاں بولنے والے افراد کا شہر رہا ہے، ایک ایسے بحران سے دوچار ہُوا جس کی نوعیت تہذیبی، سماجی، سیاسی اور شناختی ہے۔ ایسے میں ہر فرد یہ سمجھتا ہے کہ کراچی کی ترقی اُس کی وجہ سے ہے جب کہ اس شہر کے مسائل اور مشکلات کا سبب کوئی دوسرا ہے۔ ان محرکات، اسباب اور باتوں کے بیان کے لیے انتظار حسین نے مجو بھائی کا کردار تخلیق کیا، جو سمجھ دار ہے اور فن زمانہ شناسی میں مہارت رکھتا ہے۔ ہلکے ہلکے طنزیہ انداز میں ہونے والی اس کی گفتگوں ناول کی کہانی کو آگے بڑھانے کے ساتھ ساتھ کراچی کے مسائل کو بھی بیان کرتی چلی جاتی ہے۔ جہاں ایسے کردار سامنے آتے چلے جاتے ہیں جو نہ صرف اس شہر کے مسائل کی وجہ سے خوف کا شکار ہیں بلکہ اس خوف نے ان کے اندر ماضی پرستی کے جذبے کو اور بھی توانا کر دیا ہے۔ یوں ناول میں کرداروں کی اجنبیت اور نئے ماحول سے عدم

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

اطمینان کی کیفیت سامنے آتی ہے۔ اور اس شہر میں بسنے والےکر دار اپنی اصل شناخت اور پہچان کو ڈھونڈتے دکھائی دیتے ہیں۔(۷)

ناول کی ابتداء ہی میں انتظار حسین ہمیں مجو بھائی کی گفتگو کے ذریعے عبد الرحمان اول کے دور کی کہانیاں سناتے ہیں، جو ایک طرف تو اُن کا روائتی اسلوب ہے تو دوسری طرف ایک ایسی ناسٹلجیائی کیفیت کا اظہار ہے جو ماضی پرستی میں اپنی شناخت اور پہچان کھوجنے کی جستجو کر رہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ گفتگو ہمیں ایک ایسے بحران سیر وشناس کراتی ہے جہاں ہر فرد انفرادی سطح پر کود کو کھوجنے کے عمل میں مصروف دکھائی دیتا ہے۔

> "میاں یہ شہر ست خصمی شہر ہے۔ سندھی، پنجابی، بلوچی پٹھان، مہاجر۔۔۔۔ یاروں نے یہ شہر بسایا ہے یا کھچڑی پکائی ہے۔ رکے پھر بولے: اور مہاجر کی کوئی ایک قسم تھوڑی ہے۔ کوئی پورب کا، کوئی پچھم کا، کوئی اتر سے آیا، کوئی دکھن سے چلا، سارے ہندوستان سے ندیاں بہتی شور کرتی آئیں اور سمندر میں آکر مل گئیں۔۔۔۔ ہر ندی کہتی ہے میں سمندر ہوں۔"(۸)

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ تقسیم ہند کے بعد کراچی متنوع اللسان اور متنوع الذہن لوگوں کا مسکن بنا۔ بھارت سے ہجرت کر کے آنے والوں میں بھی مختلف بولیاں بولنے والوں اور مختلف تہذیبی و سماجی پس منظر کے حامل افراد شامل تھے۔ کوئی دلی سے آیا تھا تو کوئی امروہہ سے، کسی کا آبائی وطن راجھستان تھا، تو کوئی پنجاب سے آیا تھا۔ پھر ایک بڑا شہر اور ملک کا دارالخلافہ ہونے کے ناطے بھی پاکستان بھر سے مختلف طرح کے لوگ اس شہر میں آباد ہوئے۔ ایک صنعتی شہر ہونے کی وجہ سے حصول روزگار کی خاطر بھی طول و عرض سے لوگ اس شہر میں آباد ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ سندھ کے لوگ بھی اس شہر کا حصہ تھے، جو خود کو سندھ دھرتی کا حقیقی سپوت اور مالک سمجھتے تھے۔ یوں رنگارنگ بولیاں بولنے والے اور مختلف تہذیبی ولسانی اور سماجی پس منظر کے حامل افراد کا ہجوم اس شہر میں اکٹھا ہوا۔ خاص طور پر مہاجرین کی آبادکاری کے مسائل نے اس شہر کے لیے اس تہذیبی بحران کو جنم دیا جو آج کل اسے درپیش ہے اور یہی تہذیبی وشناختی بحران "آگے سمندر ہے" کا موضوع ہے۔ گویا انسانوں کیاس ہجوم میں موجود ہر شخص خود کو اصلی کراچی والا سمجھنے لگا۔

> "یہ جو ہر ایرا غیر ا اپنے آپ کو کراچی والا بتانے لگتے ہیں ان پر مت جاؤ۔ اصلی کراچی والا وہ ہے جس نے جھگی میں بسر کی ہو۔"(۹)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہجرت کے ذریعے آنے والا ہجوم اپنے ساتھ جہاں مختلف زبانیں، رسوم و رواج، کلچر اور تہذیبی شناخت لایا، وہیں پر ہجرت میں انسانوں کے ساتھ وہ تہذیب بھی آئی جسے ترک کرنا آنے والوں کے لیے مشکل ہی نہیں نا ممکن بھی تھا۔ نئے ماحول سے ہم آہنگی ممکن ہے اس ناسٹلجیائی کیفیت کو پیدا نہ ہونے دیتی مگر درپیش صورت حال اور مسائل کے باعث ہجرت کر کے آنے والے لوگوں کے لیے اس ماحول سے ہم آہنگی مشکل تر ہو گئی اور ماضی پرستی ایک کرب کی صورت میں سامنے آن کھڑی ہوئی۔ اور اس صورت حال میں نئے ماحول کی ہر چیز اجنبی اور بری لگتی ہے۔

> "اے صاحب، پتہ نہیں کیا بات ہے۔ یہاں چیزوں میں ذائقہ نہیں ہے اور لڈو تو بس یہاں میٹھے لوندے ہوتے ہیں۔"(۱۰)

"آگے سمندر ہے" میں انتظار حسین نے اپنی روایت اور عادت کے مطابق کہانی کے تانے بانے اندلس کی سرزمین سے جوڑے ہیں۔ آغاز میں اندلس کا سلامی پس منظر سامنے آتا ہے، جہاں مسلمان شان و شوکت اور عظمت کے ساتھ رہتے تھے۔ انتظار حسین اب بھی مسلمانوں کی ایسی ہی عظمت کے قائل اور خواہش مند ہیں۔ وہ ساری صورت حال سے ناامید نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان پھر سے واپس عظمت اور شان و شوکت حاصل کر سکتے ہیں۔

> "یہ اصل میں اُس زمانے کا ذکر ہے جب عبدالرحمان اول کے بوئے ہوئے کھجور کے درخت پر سوا دو سو برس گزر چکے تھے۔ صحرائے عرب کی حور اندلس میں رچ بس چکی تھی۔ قرطبہ، اشبیلیہ غرناطہ کے گھروں کے صحن اب اُس کے اپنے گھر تھے۔"(۱۱)

انتظار حسین دراصل اُن روایات کے متلاشی میں جو مسخ شدہ اور ناپید ہو چکی ہیں۔ اب اُن کی جستجو لاحاصل ہے اور اسے کامیابی سے ہم کنار نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے ماضی میں جھانک کر اور ماضی کے واقعات اور تاریخ کی جستجو کے ذریعے وہ اس شہر کراچی میں جھانکتے ہیں تو اس کی حالت زار پر دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہیں۔ اس شہر کا درخشندہ اور تابناک ماضی یاد کرتے ہیں تو انہیں وہ ماضی پر سکون اور محبتوں سے لبریز دکھائی دیتا ہے۔ انہیں ماضی میں یہ شہر سکون، خوشی اور مسرت کا منبع دکھائی دیتا ہے۔ مگر ہجرت کے بعد تو جیسے اس شہر کا بُرا وقت شروع ہو گیا اور اس میں وہ تبدیلی آئی جو انتظار حسین کے حساس کردار مجو بھائی کیلیے بھی دردناک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجو بھائی کا دوست جواد کراچی کو ایک بے فیض شہر کہتا ہے تو مجو بھائی فوراً اُسے ٹوک دیتے ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

"پیارے ایسا مت کہو۔ یہ شہر بے فیض اب ہُوا ہے۔ اس وقت ہوتا تو تم جھگی میں پڑے گلے سڑے ہوئے۔"(۱۲)

کراچی میں معاشرتی، تہذیبی اور مدنی ترقی کیساتھ ساتھ مادی ترقی بھی ہوئی۔ ایک بُڑا شہر ہونے کے ناطے سرمایہ دارانہ ذہنیت اور مادی سوچ نے اس شہر میں اپنے ڈیرے جما لیے۔ اس شہر کی تہذیبی فضا، جو پہلے ہی مہاجرین کی کثرت کے باعث اتھل پتھل ہو چکی تھی، مادہ پرستی کے باعث اس کی تمدنی زندگی بھی مختلف مسائل، پریشانیوں اور مشکلات کی آماجگاہ بن گئی۔ یوں لوٹ مار، ڈاکے، قتل و غارت، دہشت گردی اور اسٹریٹ کرائمز کا ایک ایسا دور دورہ ہُوا، جو آج تک ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا۔ انتظار حسین نے کراچی کی مدنی زندگی کے اس خوف ناک پہلوؤں کی بھرپور تصویر کشی کی ہے۔

"ڈاکے، اغوا، قتل کی وارداتیں، بم دھماکے، اچانک نقاب پوش نمودار ہوتے، بھرے بازار میں گولیاں چلاتے۔ ایک یہاں گرا پڑا ہے، دوسرا وہاں تڑپ رہا ہے۔۔۔۔ بازار میں بھگدڑ مچ جاتی۔۔۔۔ ٹائر جلنا شروع ہو جاتے۔۔۔ دوکانیں کھلتے کھلتے بند ہو جاتیں اور کرفیو لگ جاتا۔"(۱۳)

کراچی کا یہ المیہ یقیناً بہت بڑا ہے اور اسے برداشت کرنا بھی ایک مشکل کام ہے۔ خاص طور پر ایک تخلیق کار کے لیے اور بھی مشکل ہو جاتا ہے کیوں کہ وہ اس دنیا کا حساس فرد ہوتا ہے۔ پھر انتظار حسین جیسا تخلیق کار پہلے ہی اس ہجرت کو ناپسند کرتا تھا اور ناسٹلجیائی کیفیت کا شکار تھا، اس کے لیے یہ المیہ اور بھی ناقابل برداشت تھا۔ اس لیے یہ المیہ انتظار حسین کو دنیا بھر کے المیوں سے جدا، نرالا اور منفرد دکھائی دیتا ہے۔

"کراچی میں جو ہو رہا ہے وہ تو کبھی دنیا کے پردے پہ نہ ہوا ہو گا۔ کوئی گھر محفوظ نہیں۔"(۱۴)

مہاجرین کی کثیر تعداد میں آمد کے اثرات اس شہر کی سماجی زندگی پر پڑے اور پھر مادہ پرستی اور مادی ترقی نے اس شہر کی تمدنی اور تہذیبی زندگی کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا۔ اس کے باعث جہاں مہاجرین میں ماضی پرستی، ناسٹلجیائی کیفیت، نئے ماحول سے بے زاری اور بے سکونی جیسے مسائل نے جنم لیا، وہیں پر دہشت گردی، افراتفری، لوٹ مار، قتل و غارت، لسانی تعصب، اسٹریٹ کرائم جیسے مسائل بھی پیدا ہوئے۔ ان مسائل کا ماخذ مہاجرین کی آبادی کاری کے مسائل اور مادہ پرستی سے جنم لیتا دکھائی دیتے ہیں۔ اس ساری صورت حال نے انسان کے لیے شناختی بحران

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

کے مسائل پیدا کر دیے۔ جدید دور میں اس مدنی زندگی میں بسنے والے انسان کے لیے اپنی ذات کی تلاش اور شناخت سب سے بڑا چیلنج بن کر سامنے آئی اور انسان اس ماحول، شہر اور تمدنی زندگی میں خود کو اجنبی سمجھنے لگا۔

"دہلیز سے قدم نکالتے نکالتے میں ٹھٹھکا۔ یہ کونسا شہر ہے۔ وہی شہر۔ تو پھر میں وہی نہیں ہوں۔ اس جانے بوجھے شہر میں اچانک میں اجنبی بن گیا تھا۔۔۔ سامنے جنگل پھیلا ہوا تھا اور رات پڑ چکی تھی۔"(۱۵)

اس سارے جائزے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ "آگے سمندر ہے" میں انتظار حسین نے مدنی مرکز کراچی کی وہ تصویر پیش کی ہے، جو اس کی حقیقی تصویر تھی۔ اس مدنی صورت حال کو انہوں نے پوری مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جن مسائل کا تذکرہ انتظار حسین نے اپنے ناول میں پیش کیا، وہ بطور مدنی مرکز بد قسمتی سے کراچی کی پہچان بن چکے ہیں۔ سید مظہر جمیل اس ناول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"آگے سمندر ہے سندھ، بالخصوص کراچی میں آباد مہاجروں کی صورتحال کی معروضیت کو سمجھنے کی پر خلوص کوشش کہی جا سکتی ہے۔"(۱۶)

انتظار حسین نے ماضی پرستی کے ساتھ ہجرت کا کرب اس ناول میں بیان کیا ہے۔ ان کے ناول سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۴۷ء کی ہجرت ایک ایسا کربناک تجربہ ثابت ہوئی جس نے ایک انسانی المیے کو جنم دیا۔ یہ المیہ ان لوگوں کا ہے جو اپنی آنکھوں میں حسین خواب سجائے اپنی گم گشتہ جنت کی تلاش میں ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے، مگر حالات کے جبر نے اُن پر یہ بات واضح کر دی کہ اس گم شدہ جنت کا حصول اب ممکن نہیں ہے۔ یوں ہجرت اب ایک مذہبی یا قومی فریضہ نہیں بلکہ اپنی تلاش اور استحکام کا ایک عمل ہے، جس میں اس ناول کے کرداروں کو برسرپیکار دکھایا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد افضال بٹ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"آگے سمندر ہے میں کراچی کے معاملات کو موضوع بنایا گیا ہے۔۔ جدید عہد کی مادیت پسند سوچ کی وجہ سے کراچی میں سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی ہل چل پیدا ہو گئی۔ اس تہذیبی اتھل پتھل سے ہولناک بحران پیدا ہو چکا ہے۔"(۱۷)

انتظار حسین کے ہاں اپنے دیگر ناولوں کی طرح اس ناول میں بھی ماضی پرستی عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ وہ ماضی پرستی نہ صرف اندلس کی سرزمین میں دکھائی دیتی ہے بلکہ کرداروں میں اس ماضی پرستی کے ذریعے ہجرت کا کرب بھی دکھائی دیتا ہے۔ ان کے ہاں ماضی سے اس قدر لگاؤ محض ماضی کی اندھی تقلید یا محبت کی شکل نہیں بلکہ اُن

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

تہذیبی اقدار کے کھو اور مٹ جانے کا ماتم ہے، جو ہجرت اور جدید دور کی مادی اور سائنسی ترقی کے ذریعے ہم سے کھو گئی ہیں۔

انتظار حسین کے اس ناول میں بھی مختلف کردار دکھائی دیتے ہیں مگر مجو بھائی کو اس ناول کا نمائندہ کردار کہا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان اس کردار کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "ناول میں زندگی کی جو بصیرت ملتی ہے، وہ مجو بھائی کے حوالے سے ہی برآمد ہوتی ہے۔۔ ان کے کردار سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف ماجرے کو آگے بڑھا دیتا ہے بلکہ بڑے بڑے سوالات ہمارے سامنے لا کھڑا کرتا ہے اور کچھ سوچنے میں مجبور بھی کرتا ہے۔"(۱۸)

دراصل انتظار حسین نے مجو بھائی کے ذریعے لوگوں کی نفسیات، مسائل، کج روی، معصومیت، احمقانہ پن اور معاشرے اور شہر کی درپیش صورت حال کو پیش کیا ہے۔ کراچی کی مدنی زندگی کے انفرادی اور اجتمائی مسائل کا بیان مجو بھائی کے کردار کے ذریعے ہی ادا ہو پاتا ہے۔ مجموعی طور پر "آگے سمندر ہے" کراچی کی تمدنی زندگی کے تمام حقیقی پہلوؤں کو پیش کرتا ہے۔ کراچی کے مدنی معاشرے میں فرد جن مسائل کا شکار ہے، ان کا بیان اس ناول کے ذریعے بخوبی ادا کیا گیا ہے اور انتظار حسین نے اپنے کرداروں کے ذریعے بھرپور مہارت کے ساتھ کراچی کی مدنی زندگی کے مسائل اور مشکلات کی پیش کش کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ کراچی کی تمدنی تشکیل کے لیے ملاحظہ ہو:

شاہدہ بیگم، ڈاکٹر، "سندھ میں اردو"، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۲۰۰۲ء

شاہد کمال، "کراچی میں اردو غزل اور نظم"، کراچی: طارق پبلی کیشنز، ۱۹۹۹

مظہر جمیل، سید، "آشوب سندھ اور اردو فکشن"، کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۲ء

محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، "اردو ادب کے عصری رجحانات کے فروغ میں مجلہ افکار کراچی کا کردار"، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۸ء

عظمیٰ فرخ، "کراچی کے ادبی رسائل۔ ایک تجزیاتی مطالعہ"، کراچی: پاکستان اسٹڈی سنٹر جامعہ کراچی، ۲۰۰۰ء

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

۲۔ شاہدہ بیگم، ڈاکٹر، "سندھ میں اردو"، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۰ء، ص ۳۱

۳۔ محمد اکرام، شیخ، "آب کوثر" لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۳۴

۴۔ مظہر جمیل، سید، "آشوب سندھ اور اردو فکشن"، کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۲ء، ص ۴۴

۵ایضاً ً، ص ۴۵

۶۔ ایضاً، ص ۵۳

۷۔ انتظار حسین، "آگے سمندر ہے"، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۵

۸۔ ایضاً، ص ۶

۹۔ ایضاً، ص ۱۵

۱۰۔ ایضاً، ص ۴۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۲

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۵۷

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۶

۱۴۔ ایضاً، ص ۵۰

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۲۲

۱۶۔ مظہر جمیل، سید، "آشوب سندھ اور اردو فکشن"، ص ۲۶۴

۱۷۔ محمد افضال بٹ، ڈاکٹر، "اردو ناول میں سماجی شعور"، اسلام آباد: پورب اکیڈمی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۹۸

۱۸۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، "اردو ناول کے چند اہم زاویے" کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۹۷ء، ص ۱۳۶